قرآن مجید اور عدد ۱۹

مولانا عبدالقدوس ہاشمی ندوی

دس بارہ سال سے یہ بات چل رہی ہے کہ عدد ۱۹ کا ایک خاص تعلق قرآن مجید سے ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی دعویٰ کیا جارہا ہے کہ قرآن مجید کی ایک ریاضیاتی بنیاد ہے۔ اور وہ بنیاد ۱۹ کا عدد ہے۔ لوگ عام طور پر عجائب پسند ہوتے ہیں، عوام تو عوام اچھے خاصے پڑھے لکھے اور دیندار لوگ بھی اپنی دانست میں مخلصانہ دینی خدمت سمجھ کر مختلف زبانوں میں کتابچے اور مقالات اس کے ثبوت میں لکھ رہے ہیں اور بڑے پیمانہ پر شائع کر رہے ہیں اور بیانات دے رہے ہیں۔ کہ عجائبات قرآنی میں یہ بھی ایک عجوبہ ہے۔ معجزہ ہے اور قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے کی ایک دلیل محکم ہے۔

میرے پاس امریکہ سے اور جنوبی افریقہ سے کئی بار متعدد اشتہار، کتابچے اور درتیے بھیجے گئے اور اس کے متعلق سوالات کئے گئے۔ میں نے ان خطوط کے جوابات دیئے۔ لوگوں نے میرے جوابات اردو۔ انگریزی اور عربی میں بار بار شائع کئے مگر اب بھی میرے پاس اس سلسلہ میں استفسارات آرہے ہیں، شاید یہ لوگ اور کسی قدر تفصیل کے ساتھ قرآن مجید کی ریاضیاتی بنیاد اور عدد ۱۹ کے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں اُن ہی جوابات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں وہم سے نجات دے۔ اور یقین کی طرف رہنمائی فرمائے۔

جو لوگ امریکہ سے عدد ۱۹ کا قرآن مجید سے بنیادی تعلق ہونے کی مہم چلا رہے ہیں۔ ان کا تعارف انشاء اللہ تعالےٰ اس مضمون کے آخر میں پیش کر دیا جائیگا۔ پہلے یہ دیکھئے کہ وہ کیا کہتے ہیں اور کس بنیاد پر کہتے ہیں جو لوگ یہ "معجزۂ قرآن" بنا کر پیش کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ:-

۱ - قرآن مجید کا ایک عددی نظام ہے اور یہ نظام عدد ۱۹ پر قائم ہے' یہ نظام ایک معجزۂ قرآنی ہے -

۲ - امریکہ میں کمپیوٹر کے ذریعہ یہ معجزہ ظاہر ہوا ہے - اس سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھا - خود نبی علیہ السلام کو' ان کے صحابہ کرام کو یا زمانہ مابعد کے علماء مفسرین' محدثین اور فقہاء کو اس معجزۂ قرآنی کی اطلاع نہ تھی -

۳ - یہ معجزہ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ۱۹ حروف ہیں اور سورۃ المدثر کی آیت ۳۰ میں اللہ تعالےٰ نے جہنم پر متعین فرشتوں کی تعداد ۱۹ بتاتی ہے - اس کے بعد مختلف سُورتوں میں سے مختلف حروف مثلاً سورۃ الاعراف میں سے حرف ص کی تعداد لیجئے تو وہ ۱۹ پر تقسیم ہو جاتی ہے - یا سورۃ ق میں سے حرف ق کی تعداد کو لیجئے تو وہ بھی ۱۹ پر تقسیم ہو جاتی ہے - اسی طرح مختلف سُورتوں سے مختلف حروف لے کر اور ان میں جمع، ضرب اور تقسیم کر کے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ عدد ۱۹ قرآن مجید کا بنیادی عدد ہے اور اسی پر قرآن مجید کا معجزانہ ریاضیاتی نظام قائم ہے -

مندرجہ بالا تینوں اقوال کو واقعات اور حقیقتوں کے مقابلہ میں رکھنے سے پہلے اس لاعلمی اور جہالت کی داد دیجئے کہ جب ساری دنیا کو یہ معلوم ہے اور حقیقت واقعی بھی یہی ہے کہ قرآن مجید تحریری شکل میں لکھا ہوا نازل نہیں ہوا تھا - اور خود قرآن مجید بھی یہی کہتا ہے -

قرآن مجید سنہ ۶۱۰ء سے سنہ ۶۳۲ء تک بائیس سال اور کچھ ماہ و دن تک تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا - کبھی ایک آیت بھی لکھی ہوئی نازل نہیں ہوئی بلکہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آپ اس کی زبانی تعلیم اپنے صحابہ وصحابیات کو دیتے تھے اور اس وقت جو حروف مکہ و مدینہ میں رائج تھے ان حروف میں آپ اس آیت کو لکھوا لیتے تھے - دوسرے صحابہ کرامؓ بھی جہاں یاد کر لیتے تھے - وہاں لکھ بھی لیا کرتے تھے' چونکہ ان کے پاس کاغذ بہ آسانی دستیاب نہ تھا - اس لئے یہ لوگ کاغذ کے علاوہ چمڑے پر چوڑی ہڈی اور کھجور کے جریدوں پر اور دوسری ایسی ہی چیزوں پر بھی لکھ لیتے تھے - اس کے لئے وہ جو حروف استعمال کرتے تھے وہ کوئی

بدیدحروف نہ تھے۔ بلکہ وہی مروج عربی حروف تھے جن میں ان کے عہد نامے اور جاہلی شعراء کے قصائد لکھے جاتے تھے۔ ان ہی حروف میں قریش کے تجار اپنے تجارتی حساب وکتاب بھی لکھتے تھے۔

اس بات کو ذہن میں رکھ کر غور کیجئے کہ کتنا بڑا مغالطہ یا پھر کیسی قابل داد جہالت ہے کہ کسی سورہ میں کسی خاص حرف مثلاً حرف ص یا ق یا کسی اور حرف کو گن کر اس کی تعداد کو قرآن مجید کا ریاضیاتی نظام بنایا جائے۔ حروف اور رسم الخط تو الہامی اور منزل من اللہ نہیں ہیں۔ اس کی تعداد کو عجوبہ یا معجزہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے اور آج جو قرآن مجید قلمی یا مطبوعہ ملتا ہے وہ تو عربی رسم الخط کی اس ترقی یافتہ صورت میں ملتا ہے۔ جو ابن مقلہ وزیر دربار خلافت بغداد نے عربی رسم الخط کو مختلف انداز میں لکھ کر بنائی تھیں۔ ابن مقلۃ الوزیر کی وفات ۳۲۹ھ ہجری میں بغداد میں ہوئی تھی۔ اس کے کارنامہ کو مابعد کے ایک فارسی شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے۔ ؎

ابن مقلہ وضع کردہ شش خط از خط عرب نسخ و توشیح و موقع، ثلث و تعلیق و رقاع

یعنی عربوں میں زمانہ یادگار سے جو طریقہ تحریر رائج تھا اور جس کی بہت سی صورتیں ابن مقلۃ الوزیر کے زمانہ تک پیدا ہو چکی تھیں، ان کو سامنے رکھ کر ابن مقلۃ الوزیر نے چھ قسم کے خط پیدا کئے۔ لیکن یہ سب اسی قدیم عربی رسم الخط کو لکھنے کی مختلف شکلیں ہیں۔ حضرت معاویہؓ امیر المومنین نے بھی ایک جدید طرز کتابت پیدا کر لیا تھا جسے خط دیوانی کہا جاتا ہے۔ کوفہ کے کاتبوں نے اقلیدس کے خطوط پر منطبق کر کے ایک طرز کتابت پیدا کر لیا تھا جسے کوفی خط کہتے ہیں ابن مقلہ کے بعد عربی حروف کے لکھنے میں ترقیاں ہوتی رہیں۔ مثلاً نسخ اور تعلیق کو ملا کر خط نستعلیق بنا۔ خط ثلث سے خط طغرا، بنا وغیرہ وغیرہ۔

اس زمانہ میں جو قلمی یا مطبوعہ مصاحف قرآنی ہمیں ملتے ہیں وہ زیادہ تر خط نسخ یا خط ثلث میں ہوتے ہیں۔ یہ اسی طرح انسانی مساعی کا نتیجہ اور انسان کی صنعت گری کے ثمرات ہیں۔ جیسے دنیا میں سینکڑوں دیگر صنعتوں کے نتائج دکھائی دیتے ہیں اس میں حروف کی تعداد یا نقطوں اور اعراب کی تعداد

سے قرآن کے لئے کوئی ریاضیاتی نظام پیدا کرنا ایسی ہی جاہلانہ کوشش ہے جیسے کوئی کھنکھجوروں کے چالیس پیروں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تخت نشینی کا سال ثابت کرے۔

دوسری بات اس سلسلہ میں غور طلب یہ ہے کہ جب قرآن مجید نے سارے کفار عرب کو یہ چیلنج دیا تھا کہ اگر قرآن مجید کے مُنزّل من اللہ ہونے میں تمہیں شک ہے تو ایسی دس سُورہ یا ایک ہی سورہ بنا لاؤ، تو کیا یہ چیلنج تھا کہ ایک ایسی سورہ بنا لاؤ جس میں صرف ص یا حرف ق اتنی تعداد میں استعمال ہو کہ وہ عدد ۱۹ پہ پورا تقسیم ہو جائے۔ اگر تحدی اسی قدر تھی تو یہ کیا مشکل کام تھا۔ متعدد قصائد بے نقط الفاظ کے آج بھی موجود ہیں اور ایک قصیدہ یا دس سورہ تو بہت طویل کام نہیں پورے قرآن مجید کی ضخیم تفسیریں بے نقط فیضی کی سواطع الالہام اور مولانا عبداللہ النزک کی درالاسرار تو بار بار چھپ چکی ہیں۔ اگر ایسی تفسیر لکھی جا سکتی ہے اور پورے قرآن مجید کی ضخیم تفسیر لکھی جا سکتی ہے۔ جس میں کہیں نقطہ والا کوئی حرف ہی نہ آئے۔ تو کیا یہ مشکل بات ہے کہ ایک سورہ ایسی بنالی جائے جس میں ۱۹ بار، ۳۸ بار یا ۵۷ بار ص، ق یا کوئی خاص حرف آئے۔ اس قسم کی شرطوں کے ساتھ عربی میں اور دوسری زبانوں میں بھی بہت سی منظوم و منثور تحریریں موجود ہیں۔ انہیں لزوم مالا یلزم یا لزومیات کہتے ہیں۔

قرآن مجید اپنی تحریر وا ملاء یا حروف تہجی کی مخصوص تعداد کی وجہ سے معجزہ نہیں ہے بلکہ فصاحت و بلاغت اور مسائل حیات پر ہمہ گیر ہدایات کی وجہ سے معجزہ ہے اور ایسا معجزہ ہے کہ آج تک اس کے مقابلہ کی کوئی تحریر پیش کرنے پر انسان قادر نہ ہو سکا۔ حالانکہ بہتوں نے مختلف زبانوں میں اس کی کوشش کی۔ عبداللہ بن المقفع نے کوشش کی۔ علی محمد باب نے کوشش کی۔ بہاء اللہ حسین نوری نے کوشش کی۔ اور بہت سے منچلوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھی مگر کسی کو کچھ حاصل نہ ہوا۔

تیسری بات جو ۱۹ کے چکر کو دیکھ کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر یہ دعویٰ بفرض محال صحیح بھی ہو کہ قرآن مجید میں سے بعض حروف کی تعداد بعض سورتوں میں ایسی ہے جو (۱۹) پر برابر تقسیم ہو جاتی ہے تو یہ بات قرآن مجید کے آسمانی کتاب ہونے

کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے ۔ دعوے اور دلیل کے مابین منطقی ربط کیا ہے ؟ اگر کوئی عقلمند یہ کہے کہ زمین کی شکل کروی ہے اور اس کی دلیل یہ پیش کرے کہ چاول سفید ہوتا ہے ۔ یا کوئی علامۃ الدہر یہ کہے کہ لیموں چونکہ درختوں میں پھلتا ہے اس لئے مچھلیاں پانی میں ہوتی ہیں تو ایسی دلیلوں کے جواب میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے ؟

چوتھا سوال جو ذہن میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں بہت سے اعداد کا ذکر آیا ہے ۔ اور سورۃ الحاقہ کی آیت میں حاملان عرش کی تعداد آٹھ بتائی گئی ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بارہ نہریں جاری ہو گئی تھیں اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں ایک سے زیادہ آیتوں میں موجود ہے ۔ اسی طرح قرآن مجید میں سو، ہزار، ستر اور دیگر اعداد کا بھی ذکر موجود ہے ۔ ان سارے اعداد کو چھوڑ کر صرف عدد ۱۹ ہی کو ساری اہمیت کیوں دی جا رہی ہے ۔ کیا اس عدد سے کسی گروہ کے افکار و عقائد وابستہ ہیں ۔ ؟

انشاء اللہ عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ عدد ۱۹ سے کس کے عقائد وابستہ ہیں ۔ اور کس طرح چالاکی کے ساتھ یہ مہم اس وقت چلائی جا رہی ہے اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کافرانہ افکار و عقائد اور قدیم دیو مالاؤں میں اوّلین عدد ایک اور سب سے بڑی اکائی نو کے اس مرکب (۱۹) سے کتنے اوہام وابستہ ہیں۔

اعداد یہ جو اعداد آج ساری دنیا میں رائج ہیں، ان کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی کہ انسانوں کو اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی تعداد دس نظر آئی اس پر غور کرنے کے بعد انہوں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ دائیں سے بائیں کی طرف اعداد کو دس گنا کو نا شروع کر دیا ۔ چونکہ عام طور پہ انسان اپنے دائیں ہاتھ سے کام کرتا ہے اور اس کے دائیں ہاتھ کا موڑ دائیں سے بائیں کی طرف ہے اس لئے یہی ہوتا تھا کہ اعداد دائیں سے بائیں کی طرف انگلیوں کی تعداد کے مطابق بڑھتے رہیں ۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ خط سامی ہو یا آریائی سب میں اوّل اکائی اور اس کے بائیں دہائی ہوتی ہے ۔ (۱ ۔ ۱۰ ۔ ۱۰۰ ۔ ۱۰۰۰)

صرف ایک استثناء اس میں اس وقت نظر آتا ہے جب کہ بعض قدیم اقوام میں سکہ اور رقم کے لئے ہاتھوں اور پیروں کی ساری انگلیوں کو ملا کر عدد (۲۰) کی

ایک وحدت قائم کی گئی۔ مثلاً ہندوستان میں بیس کوڑی برابر ہے ایک دام کے اور بیس دام کو ایک آنہ قرار دیا گیا تھا۔ اسی طرح انگلستان میں ایک پاؤنڈ کی بیس شلنگ قرار دی گئی۔ اور بھی چند قدیم قوموں میں بیس کی وحدت عملاً حساب میں رائج رہی۔ لیکن اعداد کی فہموں میں اعداد کا ایک ہی طریقہ رائج رہا۔ وہ ایک دس، سو، ہزار کا دائیں سے بائیں کی طرف بڑھنے کا طریقہ تھا جو اب تک ساری دُنیا میں رائج ہے۔

ابتدا میں ان اعداد میں سے کسی سے کوئی اثر وابستہ نہیں کیا گیا تھا۔ کسی عدد کو نہ متبرک سمجھا جاتا تھا اور نہ کسی کو منحوس قرار دیا جاتا تھا۔ اسی طرح ہفتہ کے سات دنوں میں سے کوئی دن منحوس نہیں سمجھا جاتا تھا۔ حالانکہ دن کے نام ابتدائی بابلی تمدن میں آفتاب، ماہتاب اور اس وقت تک معلوم شدہ خمسہ متحیرہ (پانچ ستاروں) ہی کے نام پر رکھے گئے تھے۔ یہی نام اب بھی رائج ہیں۔ آج بھی انہیں سن ڈے سورج کا دن مَن ڈے چاند کا دن کہا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں بھی اتوار، سوموار وغیرہ کے یہی معنی ہیں۔ لیکن ابتداءً بدھ وار یعنی ستارہ زہرہ یا عطارد کے دن کو منحوس نہیں سمجھا جاتا تھا۔

پھر جیسے جیسے لوگوں میں بت پرستی پھیلتی رہی، طرح طرح کے اوہام پیدا ہوتے رہے۔ جیسے خالق و مخلوق کے مابین محبت کو ماں اور اولاد کے مابین محبت سے تعبیر کیا گیا اور دیویاں پیدا ہوئیں۔ اور اس کثرت سے ہر ہر بات کے لئے دیویاں وجود میں آئیں کہ یونان اور ہندوستان کی دیومالاؤں میں دیویاں ہی دیویاں نظر آتی ہیں۔ پھر اس کا ردعمل ہوا اور خالق و مخلوق کے مابین رشتۂ محبت کو باپ اور بیٹے کے مابین محبت سے تعبیر کیا جانے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے خدا کے بیٹے اور فرزند قرار پائے۔ مصری دیوتا ہوسیرس، ایرانی دیوتا متھرا اور نبی برحق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے عقاید اسی ردعمل کے نتائج ہیں۔ اس کے بعد عورتیں خدا کی دولہنیں بن گئیں۔ دیوداسیوں اور ننوں کو دیکھ لیجئے۔ مردوں نے اس کے جواب میں خدا کی دولہنیں بن کر سدا سہاگ کے گروہ پیدا کر دیئے۔

اس طرح جب اولادِ آدمؑ میں کافرانہ توہمات پھیلے اور انبیاء علیہم السلام

کی تعلیمات سے روگردانی کرکے لوگوں نے سینکڑوں قسم کی وہمی باتیں پیدا کرلیں تو مختلف اقوام میں مختلف قسم کی دیو مالا ئیں بن کر تیار ہوگئیں۔ ان دیومالاؤں میں جہاں اجسام ارضی اور اجرام سماوی میں تصرفات کی قوتیں تسلیم کرلی گئیں۔ مختلف اعداد کے بھی اثرات، ان کے تقدس اور نحوست کے وہمی افکار کا اثر پیدا ہوا۔ علم الاصنام (میتھالوجی) کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال بابلی، اشوری، مصری ایرانی اور ہندوستانی دیو مالاؤں میں بہت ہی قدیم زمانہ سے موجود تھے اور آج تک کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں۔ موجودہ زمانہ میں علم الاعداد پر بہت سی کتابیں اور مقالات لکھے جاتے ہیں۔ انہیں کے عددمیں گنتی کا پہلا عدد ایک اور سب سے بڑی اکائی نو شامل ہے۔ اس کے اثرات اور تصرفات انسانوں پر اور زمینی حوادث پر بڑے بڑے مبالغوں کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔ انہیں ہی نہیں بلکہ دوسرے اعداد کو مختلف لوگوں نے بڑا تقدس عطا کیا۔ یہودی عدد (۷) اور (۱۲) کو مقدس کہتے ہیں۔ عیسائی عدد (۱۳) کو منحوس سمجھتے ہیں۔ ہندو عدد (۳) کو منحوس بتاتے ہیں۔ عدد (۸) کو باعث شر بتاتے ہیں اور نو اور خود مسلمانوں میں علم الاعداد پر کتابیں لکھی گئیں۔ اعداد متبرکہ، اعداد منحوسہ، اعداد متحابہ، اعداد متباغضہ کی تشریحات پر عربی میں بہت سے مقالات اور کتابیں ملتی ہیں۔ لوگ طبعًا عجائب پسند ہوتے ہیں۔ ہر عجیب بات کو بڑی آسانی کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اور پھر یہ بات خوب پھیلتی ہے۔ حالانکہ یہ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے لئے کوئی عقلی دلیل نہیں ہوتی۔ اور نہ اللہ نے ایسا کوئی علم نازل فرمایا ہوتا ہے۔ مثلاً قمر در عقرب، پنچک، چہارشنبہ کی نحوست، سنیچر کی اثرات اور کتنے ہی ایسے توہمات ہیں جن کی کوئی علمی و عقلی بنیاد نہیں اور نہ کسی نبی برحق نے ان سے متعلق کوئی خبر دی ہے لیکن دیکھئے تو کس قدر عمومیت کے ساتھ یہ عام انسانوں میں ہی نہیں بلکہ مدعیان توحید کے دماغوں میں بھی جاگزیں ہیں اور شاعروں نے ان توہمات کو اپنی شاعری کے ذریعہ انسانی دماغوں میں ایسا بٹھایا ہے کہ یہ وہم نہیں بلکہ حقیقت مسلمہ بن گئے ہیں۔ حافظ شیرازی کا شعر ہے۔ ؎

این چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم
ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم

یہ ایک پوری غزل ہے جس میں طرح طرح سے حافظؔ نے قمر جب سال کا بادشاہ ہو تو اس کے اثرات کو بیان کیا ہے۔ ان اثرات کے سلسلہ میں بتایا گیا ہے کہ ؎

دختراں را ہمہ جنگ است وجدل با مادر
پسراں راہ بدخواہ پدر می بینم

بھلا یہ کسی ذی ہوش کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایک سال کے یا بارہ سال کے لئے چاند بادشاہ ہو کر عالم پر متصرف ہوجاتا ہے۔ اور اس کے اثرات یہ ہوتے ہیں کہ ساری دنیا پر فتنہ و شر کا غلبہ ہوجاتا ہے۔؟

فارسی شاعری سے اردو کا ڈانڈا ملتا ہے اُردو ہندی کے شاعروں نے بھی اوہام کو نظم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، ان دو شعروں ہی کو دیکھئے۔ شاعر کا خود عقیدہ کیا تھا۔ معلوم نہیں اس قسم کے شعروں نے بھی اوہام کو پھیلانے میں خاصا کام کیا۔

(۱)
ڈوبتے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے
نوجوان کا سنیچر ہے یہ بوڑھا منگل

(۲)
بدھوار سُدی تیرج راہ کٹھن پردیس جا
کیا لوپے برہمن سُبھ سمے جب سُبھ ہوئے کوئی دنشا

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ ایشیا اور افریقہ کے جاہلوں سے کم اس کا چرچا یورپ اور امریکہ کے وہمیوں میں موجود نہیں ہے۔ انگریزی میں درجنوں کتابیں اعداد اور ان کے اثرات پر ملتی ہیں۔ جن میں مسٹر چیرو کی کتاب الاعداد کی بڑی شہرت ہے۔ ان کتابوں میں ہر انسان کا ایک عدد بتایا جاتا ہے۔ اور پھر اس عدد کے ماتحت اس کی زندگی کی تشریح کی جاتی ہے۔

اسلام میں اس قسم کے دیو مالائی اوہام کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ اعداد کے اثرات یا نجوم کے تصرفات کو کبھی قبولیت حاصل نہ ہوسکی۔ اہل علم ہر زمانہ میں ان اوہام کی شدت کے ساتھ تردید کرتے ہیں۔ لیکن مختلف قدیم اقوام سے متاثر ہو کر ابتدائی دو تین صدیوں کے بعد کچھ نہ کچھ جاہل عوام میں یہ اوہام پیدا ہوگئے اور پیشہ ور مرشدوں کے لئے کمائی کا ایک ذریعہ پیدا ہوگیا۔ یہاں تک کہ قرآنی آیات کے ابجدی

اعداد نکال کر تعویذ لکھے جانے لگے، اور آج تک بعض لوگ بسم اللہ کی بجائے (۷۸۶) لکھ کر سمجھتے ہیں کہ بسم اللہ لکھ دیا۔ کہیں کہیں جاہلوں نے بجائے محمدؐ عدد (۹۲) لکھا بعض نے علی کی بجائے (۱۱۰) لکھا۔ کسی نے ایک قدم اور بڑھایا "یا علی" لکھا یا اس کے اعداد جمل (۱۲۱) سرنامہ پر لکھ دیا۔

میرے مطالعہ میں ایسی کوئی روایت تاریخی نہیں آئی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ابتدائی دو صدیوں میں کسی مسلمان نے اعداد کے ساتھ کوئی اہمیت یا تقدس وابستہ کیا تھا۔ عہد صحابہ اور عہد تابعین کے بعد پہلی مرتبہ ایک کاذب مدعی نبوّت بابک خرمی نے ایرانی جاہلوں میں عدد ۱۹ کی اہمیت کا خیال پیدا کیا بابک خرمی کو کئی خونریز جنگوں کے بعد ۲۲۲ھ ہجری میں قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد پھر کسی نے شاید اس طرح کا واہمہ نہیں پیدا کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب جو عدد ۱۹ کے ریاضیاتی بنیاد بنانے کا چرچا کیا جا رہا ہے۔ وہ بہائیوں کے عقائد و اوہام نے انیسویں صدی عیسوی (تیرہویں صدی ہجری) میں پیدا کیا ہے اور اس کی تشہیر بہائیوں کی تبلیغی مہم کا حصہ ہے۔ امریکہ میں بہت سے بہائی رہتے ہیں۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے ایک مصری قبطی ریچرڈ کی خدمات حاصل کی ہیں جس نے اپنا نام رشاد رکھ لیا ہے۔ اس سے بہائی اس سلسلہ میں کام لے رہے ہیں۔

بہائیوں کی عدد ۱۹ سے وابستگی ایسی ہے کہ ہر بہائی ہال پر ہر جگہ جلی قلم سے ۱۹ کا عدد لکھا ہوتا ہے۔ ان کا مذہبی کلنڈر ۱۹ مہینوں کا ہوتا ہے۔ ہر مہینہ کے دن ۱۹ ہوتے ہیں۔ اسطرح وہ شمسی سال کے ۳۶۵ دنوں کو ۱۹ X ۱۹ = ۳۶۱ پر تقسیم کر کے اور اس پر چار دنوں کو سال کے ایام مسترقہ قرار دے کر ۳۶۵ کا عدد پورا کر لیتے ہیں یہ لوگ بہائی ہال کے نام سے ہر جگہ اپنا تبلیغی مرکز بناتے ہیں۔ اور وہاں سے رسائل اور کتابچے شائع کر کے اپنے عقائد اور اپنے مذہب کا پرچار کرتے ہیں۔ بڑے خفیہ انداز میں لیکن بڑی گرمجوشی سے وہ اپنے عقائد کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ ہندوستان میں آگرہ ان کا بڑا مرکز تھا۔ اور وہاں سے ایک اردو رسالہ "کوکب" بھی شائع ہوتا تھا۔ اسی طرح دہلی میں ان کے ایک ہال سے اردو اور ہندی میں رسالے اور کتابچے شائع ہوتے تھے نہ جانے اب بھی شائع ہوتے ہیں یا نہیں۔ پاکستان کے سب سے بڑے شہر

کراچی میں بہائیوں کا ریکارڈ روڈ پر بہائی ہال موجود ہے۔ در و دیوار پر ۱۹ کا مقدس عدد لکھا ہوا ہے۔

عدد (۱۹) کے تقدس کی دلیل بہت دلچسپ ہے۔ بانی مذہب کا بانی علی محمد باب ۱۸۱۹ء میں شہر شیراز کے ایک شیعہ گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ اگر اس سنہ کے چاروں اعداد کو جمع کیجئے تو حاصل جمع ۱۹ ہوتا ہے۔ ۱+۸+۱+۹ = ۱۹ اس لئے عدد ۱۹ مقدس ہے۔ اب انہوں نے مسلمانوں میں تبلیغی کام کرنے کے لئے اس عدد کو قرآن مجید کی ریاضیاتی بنیاد بنا کر اس کا چرچا بڑے پیمانہ پر شروع کر رکھا ہے۔

علی محمد باب نے پہلے یہ دعویٰ کیا کہ امام غائب مہدی تک پہنچنے کا وہ باب یعنی دروازہ ہے۔ شیعوں میں ایک شخص نے پہلے بھی یہ دعویٰ کیا تھا اور ۵۷ یا ۷۸ سال تک وہ نائب الامام بلکہ باب الامام بنا رہا تھا۔ یہ زمانہ شیعوں میں غیبوبت صغریٰ کا زمانہ کہلاتا ہے جو ۳۲۵ھ یا ۳۲۹ھ میں ختم ہوا اور امام غائب حضرت امام مہدی کی غیبوبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوا جو شیعہ عقائد کے موجب قیامت سے پہلے حضرت امام مہدی کے ظہور پر ختم ہوگا۔

علی محمد باب نے شیعوں کے اس عقیدہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے باب الامام ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر جلد ہی ترقی کرکے باب اللہ یعنی اللہ تک پہنچنے کا دروازہ بن گیا۔ اس نے قرآن مجید کے مقابلہ میں ایک کتاب "البیان" لکھی۔ دے الہامی کتاب قرار دیا۔ بلکہ قرآن مجید کے لئے اس کتاب کو ناسخ کہا۔ جب اس کے مریدوں کی تعداد کافی ہوگئی تو اس نے سیاسی قوت حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کردی۔ اب ایرانی حکومت کو ہوش آیا اور اس نے ۱۸۵۰ء میں میں علی محمد باب اور اس کی حسین و فصیح اللسان مریدنی قرۃ العین زرین تاج کو قتل کر دیا۔ قرۃ العین جیسے مختلف صفاتی ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور طاہرہ بھی کہا جاتا ہے۔ ایک معمولی درجہ کی تک بندی کرنے والی شاعرہ تھی۔ اس کی چند غزلیں اور نظمیں مشہور ہیں اور بمبئی میں ایک بار طبع ہو کر شائع بھی ہوئی تھیں۔ وہ اپنے امام علی محمد کے ظہور کا اعلان اس طرح کرتی ہے۔

اگر ان ستم زدہ ستم پے کشتن من بے گنہ
لقد استقام بسیفہ فلقد رضیت ہما رنی
ہلہ لے گروہ اماميان بکشید دولہ راميان
کہ ظہور دل بر باغیان شدہ فاش زا ہر برملا

۱۸۵۰ء میں علی محمد باب اور قرۃ العین کے قتل کئے جانے کے بعد بابی مذہب کے لوگ تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک فرقہ تو وہ رہا جو علی محمد باب کو عین ذات الہی کا ظہور مانتا رہا اور منتظر رہا کہ وہ پھر اس دنیا میں عنقریب آجائیگا۔ دوسرا فرقہ علی محمد باب کے اقرب حواری یحییٰ کو ظہور الہی تسلیم کر کے اس کے ساتھ ہو لیا۔ تیسرا فرقہ یحییٰ کے چھوٹے بھائی حسین نوری کا مرید ہو گیا۔ اور یہ عقیدہ قائم کیا کہ خدائے لم یزل و لا یزال حسین نوری کی صورت میں جلوہ گر ہے۔ یحییٰ نے لقب نور ازل اختیار کیا اور حسین نے اپنے لئے بہاؤ اللہ نوری کا لقب پسند فرمایا۔ اسی طرح پیروان علی محمد باب تین ناموں سے موسوم ہوئے۔ بابی - ازلی - اور بہائی۔ شاہان ایران نے چونکہ علی محمد باب اور اس کے مریدوں کو باغی قرار دے دیا تھا۔ اس لئے یہ فرقہ پردہ خفا میں چلا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بابی اب بھی بہت تھوڑی تعداد میں شیراز کے قریب دیہاتوں میں موجود ہیں لیکن ان کی کوئی سرگرمی ظاہر نہیں ہوتی۔ یحییٰ نور ازل شیراز سے بھاگ کر عراق گیا اور وہاں سے پوشیدہ طور پہ جزیرۂ قبرص پہنچ گیا۔ اور جلد ہی اس کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے فرقہ ازلیہ کچھ پھول پھل نہ سکا۔ تیسرا فرقہ بہائیہ خوب پھولا پھلا۔ بہاء اللہ کو ایران سے قید کر کے عراق پہنچا دیا گیا۔ اور وہاں حکومت برطانیہ کی خفیہ امداد سے یہ ترقی کرتا رہا۔ بہاء اللہ نے قرآن مجید کے مقابلہ میں ایک کتاب الاقدس کے نام سے بھی پیش کی اور اسے الہامی قرار دیا۔ تمام بہائی اس کتاب کو اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب الہی سمجھتے ہیں۔

بہاء اللہ الالہٰی مرزا حسین نوری کی وفات ۱۸۹۲ء میں بمقام عکہ (فلسطین) ہوئی۔ اسکی وفات کے بعد اس کے فرزند عبدالبہاؤ بہائیوں کے پیشوا اور ملہم من الغیب قرار پائے۔ ان کا نام عباس افندی تھا یہ اپنے والد کے بعد ان تمام صفات الہامیہ کے حامل

پیشوا ہوئے۔ پھر ۱۹۳۶ء میں عباس آفندی کے فرزند شوقی یک اس مرتبہ پر فائز ہوئے۔ پھر جب وہ بھی وفات پاگئے تو ایک مجلس قائم کی گئی، یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ فلسطین میں مقام عکہ کے قریب ایک میل کے فاصلہ پر ان کا صدر مقام ہے اور ساری دنیا میں بہائی ہالوں کے ذریعہ ان کی تبلیغی مہم جاری ہے یہودیوں کی حکومت اسرائیل اور یورپ وامریکہ ان کی حامی اور مددگار ہیں۔

بہائیوں نے خود اعلان کر دیا ہے کہ انہیں مسلمانوں میں شمار نہ کیا جائے وہ نہ مسلمان ہیں اور نہ مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ عقیدۃً وہ تمام مذاہب کو حق کہتے ہیں اور عملاً وہ کسی مذہب کے پابند نہیں ہے۔ ایک باران کے متعلق ایک سوال رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی مجلس فقہ المجمع الفقہی میں آیا تھا ہم سب ارکان نے طویل تحقیق کے بعد یہ فیصلہ کرکے اعلان کر دیا کہ بہائی کسی معنی میں مسلمان شمار نہیں کیئے جا سکتے۔ نہ ان کو مناکحات وعبادات میں مسلمان سمجھا جاسکتا ہے اور نہ معاملات ومتفرقات میں۔ یہ لوگ کفار اور اعدائے اسلام ہیں۔ یہ لوگ خود بھی اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہتے تو ان سے تعلقات اسلامی کیسے قائم ہو سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا چند سطور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ:

۱۔ قرآن مجید کے لئے ایک ریاضیاتی بنیاد اور اس کے لئے عدد (۱۹) کی تعین بہائیوں کی مہم ہے۔ ورنہ ان کا کوئی تعلق قرآن مجید سے نہیں ہے۔ ان کا مقصد محض مسلمانوں میں عدد (۱۹) کی اہمیت کا احساس پیدا کرنا ہے۔ تاکہ علی محمد باب کی برتری کو ذہن نشین کرایا جاسکے۔

۲۔ عدد (۱۹) سے قدیم دیو مالاؤں میں اوہام وابستہ تھے اور مختلف اعداد سے آج بھی مختلف اقوام کے اوہام وابستہ ہیں۔ اتفاق سے علی محمد باب کی پیدائش کا سال موجودہ گریگوری کلینڈر سے ۱۸۱۹ء تھا۔ اس کے اعداد کی جمع (۱۹) ہوتی ہے۔ اس لئے اس عدد کی برتری اور اس کے تقدس کا عقیدہ بہائیوں میں موجود تھا۔ انہوں نے قدیم دیو مالاؤں سے یہ خیال اخذ کیا ہے اور پوری قوت سے اس

کا چرچا کر رہے ہیں تاکہ مسلمانوں میں بھی یہ خیال پیدا ہو جائے۔
۴ - قرآن مجید میں اور بہت سے اعداد کا ذکر موجود ہے۔ لیکن سب کو چھوڑ کر عدد (۱۹) کو قرآن مجید کی ریاضیاتی بنیاد بتانا قرآن مجید سے عقیدت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ علی محمد باب کے عین ذات الٰہی ہونے کے عقیدہ سے وابستہ ہے۔ یہ مہم اسرائیل اور دیگر اعدائے اسلام کی امداد سے چلائی جا رہی ہے۔ قرآن مجید کی برتری ثابت کرنے کے لئے نہیں چلائی جا رہی ہے۔ ہاں دعویٰ یہی کیا جاتا ہے ورنہ مسلمان اس مہم کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔

اب ذرا ریاضیاتی بنیاد ہونے کو خالص علمی انداز سے دیکھئے۔ کون کہہ رہا ہے اور کیوں کہہ رہا ہے۔ ذرا دیر کے لئے ان دونوں سوالوں سے قطع نظر کرکے صرف یہ دیکھئے کہ "کیا کہہ رہا ہے؟" آپ دیکھیں گے جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ علمی حیثیت سے بالکل بے بنیاد سی بات ہے۔ مغالطہ ہے یا محض لاعلمی۔

(الف) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں (۱۹) حروف نہیں بلکہ (۲۱) حروف ہیں۔
باسم اللہ الرحمان الرحیم۔ جو طرز کتابت کی وجہ سے بہ ظاہر (۱۹) دکھائی دیتے ہیں لفظ اسم کا الف خاص طرز کتابت کی وجہ سے نہیں لکھا جاتا ہے۔ ورنہ قرآن مجید ہی میں اقرأ باسم ربك اور سبح باسم ربك میں الف موجود ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ الف بسم اللہ میں موجود ہی نہیں ہے۔ تو مادہ ب، س، م رہ جائے گا۔ جس کے معنی "بے آواز ہنسا" ہے۔ اسی طرح الرحمٰن کا وزن فعلان ہے جیسے سعدان، حیران اور عفران وغیرہ
مشتقات آتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں اور عام طور پر عربی طرز کتابت میں جب الف کی آواز کو طویل انداز میں ادا کرنا مقصود نہ ہو تو الف کی بجائے کھڑا زبر لگایا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے نسخوں میں خصوصاً ان مصاحف میں جو عرب یا ترکی میں لکھے یا طبع کئے گئے ہیں۔ دیکھئے سینکڑوں آیات میں نظر آئے گا کہ جہاں روایات تجوید و قرأت کے بموجب الف کی طویل آواز نہیں مقصود ہوتی وہاں الف ساکن کی جگہ ایک کھڑا زبر لگا دیا جاتا ہے۔ شمار میں الف ہی شمار ہوتا ہے یہی تحریری صورت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں بھی ہے۔ بسم اللہ کے حروف کی تعداد

(۱۹) نہیں بلکہ (۲۱) ہے - ایک ہی سورۃ المائدہ ہی کی ابتدائی چند آیتوں کو غور سے دیکھئے آیت ۵ میں الطَّیِّبٰتُ، آیت ۵ میں الکتٰبُ، المحصنٰتُ المؤمنٰت الخٰسرین، آیت ۶ میں لمَسْتُم، آیت ۹ میں الصّٰلحٰت، آیت ۱۰ میں اصحٰب اسی طرح الف کی بجائے کھڑے زبر کے ساتھ ملیں گے ۔ اوّلین سورۂ قرآنی یعنی سورۃ الفاتحہ میں لفظ مٰلِک میم اور الف کے ساتھ نہیں بلکہ کھڑے زبر کے ساتھ ہی ملے گا -

اگر ان ساری آیتوں میں الفاظ میں سے الف خارج از شمار کر دیئے جائیں تو کیا یہ معانی قائم رہ سکتے ہیں - ؟ بالکل یہی صورت لفظ الرحمٰن کی ہے - اگر اس کے کھڑے زبر کو الف نہ شمار کیا جائے تو مادہ رحم سے فَعَلْنٌ ایک مشتق شمار کرنا پڑے گا ۔ عربی زبان اس جدید وزن سے واقف نہیں ہے -

میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اس قسم کی دلیلیں پیش کرنے والے اتنے جاہل ہیں کہ ناظرہ قرآن مجید بھی نہیں پڑھ سکتے ۔ لیکن یہ صاف نظر آتا ہے کہ یہ ارادی طور پر مغالطہ اور ابلہ فریبی ہے - اس میں بہائیوں کی ذہانت کا کوئی عمل نہیں ہے بلکہ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں جاہل عجمیوں پر اپنی خدارسیدگی کا رعب جمانے کے لئے مدعی نبوّت بابک خرمی نے جہاں اور بہت سی عجیب باتیں پھیلائی تھیں ایک جعلی روایت بنا کر حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف یہ قول منسوب کر دیا تھا کہ بسم اللہ کے (۱۹) حروف ہیں - یہ روایت ابن کثیر نے سورۃ ا ۔ ثر کی تفسیر میں بغیر تصحیح نقل کی ہے - اسی روایت کو دیکھ کر بہائیوں نے بسم اللہ کے انیس حروف کا چرچا کیا ہے -

اب ان کی دوسری دلیل کو دیکھئے - یہ دعویٰ کیا گیا ہے - سورۃ الاعراف (۷) میں حرف "ص" کی اتنی تعداد ہے جو (۱۹) پر تقسیم ہو جاتی ہے - اس دعویٰ کے لئے سورۃ الاعراف کی آیت ۶۸ میں جو لفظ بسطۃ پر حرف "ص" بنا دیا جاتا ہے - اس کو بھی شمار میں لیا گیا ہے - ہر عربی داں جانتا ہے کہ عربی زبان میں بصط کوئی مادہ ہی نہیں ہے - سورہ البقرہ کی آیت ۲۴۰ اور سورۃ الاعراف کی آیت ۶۸ میں جو ص ہے وہ صرف اس لئے ہے کہ قراء نے اس جگہ بسطۃ کی سین کو مفخم آواز میں ادا کیا ہے - ورنہ ظاہر ہے کہ جب عربی زبان میں ب س

لے کوئی مادہ ہی نہیں ہے تو بستہ میں دوس ،، کہاں سے آ جاتے گا ۔ یہ کس قدر دلچسپ ابلہ فریبی ہے ۔ اور اگر ابلہ فریبی نہیں تو کیسی مضحکہ خیز نادانی وجہالت ہے ۔

اسی طرح عدد (۱۹) کو قرآن مجید کی ریاضیاتی بنیاد بتلانے والے عددی مغالطے دیتے ہیں اور ضرب وتقسیم کا عمل کر کے ہر جگہ ۱۹ کو حاصل جمع اور مقسوم علیہ ثابت کرتے ہیں اور دعویٰ یہ ہے کہ کمپوٹر نے امریکہ میں یہ بنیاد ثابت کی ہے ورنہ اس سے پہلے قرآن مجید کے اس ریاضیاتی بنیاد کی خبر نہ صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی اور نہ کسی صحابی کو اور عہد سعادت سے لے کر اب تک کسی کو اطلاع نہ ہو سکی کس ذی ہوش کو اس کا یقین آئے گا ۔ کہ قرآن مجید کی ایک ریاضیاتی بنیاد ہے اور اس سے سب ہی ناواقف رہے کمپوٹر دیتے ہوئے اعداد پر صحت کے ساتھ حسابی عمل تو کر دیتا ہے لیکن یہ تو کسی کے لئے قابل قبول نہیں ہو سکتا کہ کمپوٹر کسی عدد کو تقدس اور مہتم بالشان بنا کر پیش کر دے ۔

اس طرح جمع، تفریق اور ضرب وتقسیم کے ذریعہ بیسیوں عددی عجائبات قرآن مجید میں بلکہ معمولی انسانی تصنیفات میں پیدا کئے جا سکتے ہیں ۔ مثلاً حٰمٓ کے اعداد جمل (۴۸) کو اگر سورۃ الحاقہ آیت ۱۷ میں بیان کئے ہوئے عدد ملائکہ حاملان عرش (۸) پر تقسیم کیا جائے تو چھ کا عدد برآمد ہوگا ۔ اور آلٓمٓ چھ سورتوں کی ابتداء میں ہے ۔ قرآن مجید میں ۲۹ سورتوں پر حروف تہجی بطور حروف مقطعات موجود ہیں اور یہ ۱۴ مجموعات ہیں ۔ ۱۴ کو ۱۴ پر ضرب دیجئے ۔ ۱۴ x ۱۴ = ۱۹۶ پھر ان اعداد کو اصحاب کہف کے عدد (۷) پر تقسیم کیجئے تو چاند کے ۲۸ لمعات کا شمار مل جائے گا ۔ اس طرح جتنے عجائبات عدد چاہیں قرآن مجید ہی نہیں بلکہ کسی کتاب سے برآمد کئے جا سکتے ہیں ۔ طلسم ہوشربا سے فسانہ عجائب سے، گلستاں وبوستاں سے ایسے بہت سے عجائبات برآمد کر لیں ۔

کیسی عجیب ابلہ فریبی ہے کہ اس قسم کے حسابی اور عددی عجائبات کو قرآن مجید کا معجزہ بنا کر پیش کیا جاتے ۔ آدمی طبعاً عجائب پسند ہوتا ہے ۔ ہر بات پر اپنی ذہنی قوت صرف نہیں کیا کرتا ۔ اس لئے اچھے خاصے ذی ہوش اور تعلیم یافتہ لوگ بھی ایسی باتوں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور ابلہ فریبی کے چکر میں پھنس جاتے ہیں

اَللّٰھم اخرجنا من ظلمات الوھم واکرمنا بنور الفھم وثبت اقدامنا علی صراطك المستقیم ۔